تصدیق
جلد۰۱شمارہ۰۵،۲۰۲۳

Article

ROLE OF ALHAMRA ARTS COUNCIL IN PROMOTING LITERATURE AND CULTURE

ادب وثقافت کے فروغ میں الحمرا آرٹس کونسل کا کردار

Sadaf Qayyum*[1],Dr. Samia Ahsan[2]
[1] Ph.D Scholar Minhaj University Lahore
[2] Assistant Professor Minhaj University Lahore
*Correspondence: sadafqayyum693@gmail.com

[1] صدف قیوم،ڈاکٹر صائمہ احسان[2]

[1] پی-ایچ ڈی سکالر منہاج یونیورسٹی لاہور، [2] اسسٹنٹ پروفیسر، منہاج یونیورسٹی لاہور

ABSTRACT: Alhamra Arts Council is the largest cultural center of Pakistan with international recognition. It has emerged as a center of cultural activities in the last 70 years. Alhamra gave new life to many dying arts. Through the platform of Alhamra, the youth are trained by expert teachers in various arts at a very low cost. People of great academic, literary and social importance have been holding its administrative positions. It is best known for drama. Many renowned artists, especially from the field of drama have been expressing their talent through its platform. Not only fiction or drama, but painting, dance, music, sculpture, all genres of literature and culture were promoted by Alhamra. All the national and religious festivals are also celebrated here and the literary festivals held here, have made it the name of Pakistan abroad. Alhamra has certainly emerged as the face of Pakistani culture.

KEYWORDS: Alhamra Arts Council, Performing Art, Culture, Drama, Music, Sculpture, Literary Festivals, Youth, Celebration of festivals, Regional and National Culture

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/tasdiq.v5i01.164
Received:06-07-2023
Accepted:12-07-2023
Online:14-07-2023

CC BY

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

لاہور شہر ہمیشہ سے علم و ادب، آرٹ اور کلچر کے فروغ میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے۔ یہ شہر ہمیشہ سے اہل علم اور اہل ہنر کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ الحمراء آرٹس کونسل لاہور تعمیر و تشکیل اور کارکردگی کے لحاظ سے ملک کا نہ صرف سب سے بڑا ثقافتی ادارہ رہا بلکہ اسے بین الاقوامی شناخت بھی حاصل ہے۔ یوں تو آزادی سے قبل لاہور میں ثقافتی سرگرمیوں کے کئی مراکز تھے مگر قیام پاکستان کے بعد ثقافتی سرگرمیوں کا جو سب بڑا مرکز ٹھہرا وہ لاہور آرٹس کونسل ہے۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی ایک ایسی انجمن تشکیل دی گئی جو اس نوزائیدہ ملک میں فنون لطیفہ کے لیے کام کر سکے۔

سلمان بھٹی لکھتے ہیں:

> "آج جہاں الحمراء کی عمارت واقع ہے وہاں پہلے ایک پرانی کوٹھی جو تقسیم سے کئی سال قبل تعمیر کی گئی تھی اس وقت یہاں ناچ گھر تھا۔ جہاں ایک مسلمان عورت رقص کی تربیت دیتی تھی، تقسیم ہند کے بعد یہ عمارت خالی ہوگئی۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کوٹھی کا مالک بھی بھارت ہجرت کر گیا ہوگا"۔(۱)

۱۹۴۸ء میں فنون لطیفہ کے کچھ قدردانوں نے یہاں پاکستان آرٹس کونسل کی بنیاد رکھی۔ کونسل نے محکمہ متروکہ وقفِ املاک سے یہ جگہ خریدی اور یہاں ثقافتی سرگرمیوں کا آغاز ہو گیا۔ اس وقت یہاں تھیٹر، موسیقی، مصوری، رقص، اور فوٹوگرافی کے شعبے قائم تھے۔ لاہور کو پاکستان کا ثقافتی دارلحکومت کہا جاتا ہے اور لاہور کا دل الحمراء ہے۔ الحمراء بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں "سرخ رنگ میں ملبوس عورت"۔ لاہور کو ابتداء ہی سے فنون لطیفہ کے ہر شعبے میں امتیازی مقام حاصل رہا ہے اور پنجاب بلکہ پاکستان بھر سے ادیب، نقاد، شاعر، فلسفی، مصور، گلوکار، موسیقار، رقاص اور اداکار سند قبولیت کے حصول کے لیے لاہور کا رخ کرتے رہے ہیں اور اپنے فن کا جلا بخشنے کے ساتھ ساتھ شہرت بھی حاصل کرتے رہتے ہیں جس میں الحمراء آرٹس کونسل کا بہت بڑا کردار ہے جس سے کسی کا انکار نہیں۔ کیونکہ الحمراء آرٹس کونسل اسی لاہور شہر کی پہچان ہے۔ اس سے پہلے یہ شہر مغلیہ تعمیرات کے حوالے سے جانا جاتا تھا مگر اب الحمراء کی پر شکوہ پر وقار عمارت بھی بیرون شہر اور بیرون ملک سے آنے والوں کے لیے بھرپور کشش رکھتی ہے اور اسی وجہ سے ۱۹۸۸ء میں الحمراء آرٹس کونسل کی اس طرز کی عمارت کو آغا خاں بین الاقوامی ایوارڈ برائے فنی تعمیر کے ساتویں ایوارڈ سے بھی نوازہ گیا تھا اس ایوارڈ کی تقریب سپین کے شہر غرناطہ میں الحمراء کے مقام پر منعقد کی گئی تھی۔

الحمراء کو نہ صرف لاہور بلکہ پاکستان بھر میں فنون لطیفہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ الحمراء کی کوکھ سے بہت سے فنکاروں نے جنم لیا ہے۔ مختلف زبانوں اور اداروں میں بدلتے ہوئے رجحانات کو فنون لطیفہ کے ذریعے واضح کرنے میں الحمراء آرٹس کونسل کا بہت بڑا کردار ہے۔ ثقافت کی وسعتیں اور مقصدیت لامحدود ہیں۔ مختصراً ثقافت کا مقصد جہاں ماضی کو حال سے جوڑ کر اپنی شناخت کا ادراک حاصل کرنا ہے۔ وہاں اس کا مقصد بہترین انسانوں اور بہترین معاشرے کی تشکیل بھی ہے کیونکہ تہذیبی قدروں کے وجود سے اور ان کی ترقی سے ہی زندگی میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ ثقافت کسی بھی ملک کی ہو اُس ملک کا ہتھیار ہوتی ہے۔ جس سے معاشرے کے

رجحانات کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے اور اپنی مرضی کی سمت کو جوڑا جا سکتا ہے فنون اور ثقافتیں بھی دیگر تمام اشیاء کی طرح مسلسل نشوونما پاتی ہیں۔

سعید ملک لکھتے ہیں:

"ثقافت کسی بھی قوم کی توانائی، قوت اور تشخیص کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ دراصل عوامی فنون کی تاریخی روایات، ادب اور ذوق شعر پر مشتمل ہوتی ہے۔ ثقافت کے یہ عناصر ترکیبی ہی کسی قوم کی روح کا مظہر ہوتے ہیں۔ جو ایک ست رد عمل کے ذریعے اس کی شخصیت اور کردار کو جلا بخشتے ہیں۔ علم انسانیات کے ماہروں کا دعویٰ ہے کہ پاکستان ثقافت کے ایک ایسے طویل ارتقائی عمل کا وارث ہے جس کی جڑیں مقامی تغیرات اور بیرونی اثرات کی گہرائی میں پیوست ہیں۔ حالانکہ زمانی اعتبار سے یہ ایک نوخیز ملک ہے۔ جو براعظم جنوبی ایشیاء کے مختلف نسل اور لسانی گروہوں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ پاکستان کی قدیم تاریخ کے شان و شکوہ کے نئے دور میں نزول اس کو ایسا جاندار تشخص عطا کر دیتا ہے جس کے سوتے پانچ لاکھ سال قدیم ثقافت سے مربوط ہیں"۔(۲)

گزشتہ ۷۰ سالوں سے الحمراء لاہور میں تمام ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز بن کر اُبھرا ہے اس نے نہ صرف مرتے ہوئے فنون کو زندہ کیا ہے بلکہ بین الاقوامی جہتوں میں بھی اضافہ کیا ہے اس لیے الحمراء کو بجا طور پر لاہور کی ثقافت کا مرکز بھی کہا جا سکتا ہے۔

اس بارے میں سلمان بھٹی لکھتے ہیں:

"آج مال روڈ پر جہاں الحمراء کی عمارت واقع ہے وہاں تقسیم کے وقت ایک پرانی کوٹھی تھی جو ۱۹۴۷ء سے کئی سال قبل تعمیر کی گئی۔ یہاں ناچ گھر بھی تھا جہاں تقسیم تک ایک مسلمان عورت ناچ کی تربیت دیتی رہی تقسیم کے بعد اسے ایک ٹرسٹ کی ملکیت بنا دیا گیا اور اس جگہ ایک ادبی سوسائٹی کی بنیاد رکھی گئی جس میں آغا بشیر، ملکہ ترنم نور جہاں، ملکہ موسیقی روشن آراء بیگم جسٹس ایس اے رحمان، امتیاز علی تاج اور خلیل صحافی شامل تھے"۔(۳)

اس کے بعد یہاں تھیٹر، موسیقی، مصوری، رقص اور فوٹو گرافی کے شعبے قائم ہو گئے، مصوری کی نمائشیں ہوں یا خطاطی اور دوسرے فنون کے اظہار کی شکلیں، گلوکاری ہو یا موسیقی کے دوسرے سازوں کی روح پرور دھنیں، تھیٹر ہو یا غیر ملکی ثقافتی طائفوں کی پرفارمنس، مشاعرے ہو یا انٹرنیشنل لٹریری فیسٹول، علم و ادب کے بڑے بڑے نام اور ان کی خدمات کو اُجاگر کرنے کے لیے عظیم الشان محفلیں ہوں یا دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے فنکاروں کے مظاہرے ان سب نے مل کر الحمراء کو ایک بڑا ثقافتی ادارہ بنا دیا۔

جس طرح ہر ادارے میں کچھ مقاصد ہوتے جب بھی کوئی نیا کام شروع کیا جاتا ہے اُس کے پیچھے کچھ مقاصد بھی رکھے جاتے ہیں اسی طرح الحمراء آرٹس کونسل کے افتتاح کے موقع پر "اراکین پاکستان آرٹس کونسل الحمراء لاہور" نے خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل کا خیر مقدم کرتے ہوئے شکریہ بھی ادا کیا اور مقاصد بھی رکھے۔

"یہ میرا خوشگوار فرض ہے کہ پاکستان آرٹ کونسل (الحمراء) کے اراکین کی جانب سے آپ کا دلی شکریہ ادا کروں۔ اپنی گونا گوں مصروفیتوں کے باوجود آپ نے ہماری درخواست کو مشرف قبولیت بخشا اور اپنی تشریف آوری سے ہمیں نوازا۔ یہ امر ہمارے لیے موجب افتخار ہے کہ الحمراء کا افتتاح آپ کے دست مبارک سے ہو رہا ہے۔ اس موقع پر بے جانہ ہو گا کہ اگر میں آپ کی اجازت سے الحمراء کے اغراض و مقاصد کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کروں۔ الحمراء کا نام آتے ہی اسلامی تاریخ و تمدن کا ایک سنہری ورق چشم خیال کے سامنے ابھرنے لگتا ہے۔ یہ نام اس بات کی ضمانت ہے کہ ہمارا رشتہ ماضی کی شاندار ثقافتی روایات سے مستحکم رہے گا، ساتھ ہی ساتھ یہ ہماری کوشش ہو گی کہ زمانہ حال کے اختصار کے مطابق ملک میں ادب و فن کا صحیح ذوق پیدا کیا جائے۔

الحمرء کوئی سیاسی جماعت نہیں بلکہ ایک ثقافتی مجلس ہے جو اہل فن، اہل علم اور اہل ذوق حضرات پر مشتمل ہے۔ مختصراً ہمارے مقاصد یہ ہیں:

۱۔ شاندار اسلامی روایات کا احیاء

۲۔ نئی نسلوں کو تمدن اسلامی سے باخبر کرنا

۳۔ صحت مند فنون، جمیلہ کی ترویج

۴۔ ملک کے باہر پاکستان کی ثقافتی تحریکات کا پرچار کرنا۔

اس قسم کے ادارہ کا لاہور میں قیام بے محل نہیں ہے پاکستان میں لاہور اولین پاکستانی شہر ہے۔ یہاں کا ذرہ ذرہ اسلامی روایات کا خزینہ ہے راوی کی موجیں ابتک سلاطین مغلیہ کی عظمت و شان کی افسانہ خواں ہیں۔

اسلامی اور پاکستانی روایات کا تسلسل اور کہیں نظر نہیں آتا یہ ہی وہ شہر ہے جہاں علامہ اقبال مرحوم نے پاکستان کے سیاسی ظہور سے پہلے ایک ادبی پاکستان کی بنیادیں استوار کیں۔"(۴)

۱۹۸۰ء کی دہائی میں حکومت پنجاب نے پنجاب آرٹس کونسل آف دی ایکٹ ۱۹۷۵ء کے تحت پاکستان آرٹس کونسل کو سرکاری تحویل میں لے لیا اور آئین کے مطابق اس کا نام ا"لاہور آرٹس کونسل" رکھا گیا۔ لفظ "الحمراء" سپین میں مسلمانوں کے عروج کی نسبت سے پہلے دن سے ہی پاکستان آرٹس کونسل کے ساتھ منسلک ہے۔ اس ادارے کو عمومی طور پر الحمراء آرٹس کونسل بھی کہا جاتا ہے سرکاری تحویل میں آنے کے بعد اس عمارت کی از سر نو تعمیر کا فیصلہ کیا گیا اور موجودہ عمارت کی تعمیر شروع ہو گئی۔

سجاد لکھتے ہیں:

"کئی برس سے نئی عمارت کی تعمیر کا معاملہ کھٹائی میں پڑا تھا عرصہ تک ایک اطالوی ماہر تعمیرات کا ماڈل الحمراء کے برآمدے میں پلاسٹک کے خول میں پڑا رہا۔ فیض احمد فیض صاحب کو جو الحمراء کے سیکرٹری بھی رہے۔ یہ ڈیزائن بہت پسند تھا۔ لیکن نقشے، ماڈل اور خواہش تعمیر کے باوجود کوئی عملی قدم نہ اُٹھایا جا سکا تھا۔ پھر فیض صاحب پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کی تشکیل، قیام اور انتظامی امور کے سلسلے میں اسلام آباد چلے گئے۔ ہمارے علم میں آیا کہ فیض صاحب ہی کے زمانے میں ایک نوجوان ماہر تعمیر نئیر علی دادا (جو اس زمانے میں باقاعدہ دادا نہیں بنے تھے اور ہماری طرح نئے اور حسین خوابوں سے بھرپور جوان تھے) نے بھی نئی عمارت کے لیے نقشہ پیش کیا تھا۔ لیکن فیض اطالوی نقشہ پر ریجھے ہوئے تھے ہم نے نئیر کا نقشہ دیکھا تو بہت پسند آیا جو اپنی ثقافت طرز تعمیر کی روایت اور جدید پن کی تمام خصوصیات سمیٹے ہوئے تھا۔ ہم نے مکمل اتفاق رائے کی پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا کلچرل کمپلیکس بن رہا تھا اور وہ بھی پاکستان کے دارالخلافے لاہور میں تو پھر لاہور ہی کا ایک (نسبتاً غیر معروف) آرکیٹیکٹ کیوں نہ اپنی Commitment اور لیاقت کے حوالے سے یہ غیر اعزاز حاصل کرتا! ہم نے پنجاب کے مصوروزیر اعلیٰ (محمد حنیف رامے) کے سامنے تجویز پیش کی گئی ماہ میں کئی نشستوں اور خاصی بحث کے بعد وزیر اعلیٰ قائل ہو گئے"۔(۵)

باقاعدہ آرٹس کونسل کی حیثیت تسلیم ہونے کے بعد اس ادارے کے لیے حکومت کی جانب سے واجبی سی رقم بھی مختص کر دی گئی تاکہ فنون وادائیگی کے لیے 'عملی خدمات انجام دی جا سکیں۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۴۹ء کو وجود پزیر ہونے کے بعد اس نے کئی ادوار دیکھے۔ ۷۰ء کی دہائی میں یہ ادارہ حکومت کی جامع ثقافتی پالیسی کے تحت حکومت پنجاب کی تحویل میں آیا اور ۱۹۸۳ء میں پنجاب آرٹس کونسل کی شاخ بنا حکومت نے اسے تعمیر و تشکیل اور کارکردگی کے لحاظ سے ملک کا سب سے بڑا ثقافتی ادارہ بنایا اور اسے بین الاقوامی شناخت دی۔

نیاز حسین لکھویرا کہتے ہیں:

"۱۹۸۰ء کی دہائی میں پاکستان آرٹس کونسل الحمراء کے بورڈ آف ڈائریکٹر مالی اور انتظامی طور پر چلانا بہت مشکل ہے چنانچہ انہوں نے ایک قرارداد کے ذریعے حکومت پنجاب سے درخواست کی کہ وہ اس ادارے کو سرکاری تحویل میں لے لیں اور ان میں ملکہ موسیقی روشن آراء بیگم، سابق بیورروکریٹ ایس ایس جعفری اور کراچی کے مشہور بزنس مین جن کا اُس وقت مال روڈ لاہور پر بھی کاروں کا کاروبار تھا" مسٹر مانڈی والا" ان لوگوں کی تحریری درخواست پر حکومت پنجاب نے پاکستان آرٹس کونسل کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اس کو ڈویژنل آرٹس کونسل کا درجہ دیتے ہوئے۔ اس کا نام لاہور آرٹس کونسل رکھا گیا۔ بعد ازاں ۲۰۰۰ء میں اس وقت کی حکومت نے خصوصی حیثیت دیتے ہوئے اسے خود مختیار ادارہ بنا دیا اور اس کے بورڈ آف ڈائریکٹر کو تمام انتظامی

اور مالی معاملات میں خود مختیار بنا دیا۔ اس خود مختاری کے بعد الحمراء آرٹس کونسل کی سرگرمیوں
میں نہ صرف وسعت پیدا ہوئی بلکہ اس میں تنوع بھی آگیا"۔(۲)

الحمراء آرٹس کونسل نے مختلف ادوار دیکھے جن میں مشکلات کے ساتھ ساتھ آسانیاں بھی آئیں۔ ابتدائی دور (۱۹۴۸ء) جب پاکستان آرٹس کونسل جس کو بعد میں الحمراء کا نام دیا گیا۔ اس میں چار سے پانچ لوگ شامل تھے وہی فیصلہ کر کے آئندہ کے لیے لائحہ عمل دیکھتے جن میں جسٹس اے ایس رحمان، خلیل صحافی، امتیاز علی تاج، عبد الرحمن چغتائی، فوٹوگرافر ظفر اللہ حسن، فیض احمد فیض، حیات احمد خان، ممتاز دولتانہ اور اُستاد اللہ بخش شامل تھے۔ پھر الحمراء کا دوسرا دور شروع ہوا اس دور میں الحمراء منظم شکل اختیار کر چکا تھا اس میں بورڈ آف ڈائیریکٹر، چیئرمین اور سیکرٹری رکھے گئے اس دور میں تمام فیصلے کا اختیار بورڈ آف ڈائریکٹر کو تھا اور تیسرا دور ۱۹۸۰ء جب پنجاب حکومت نے ٹیک اور کر لیا۔

اس طرح ۱۹۸۰ء کی دہائی الحمراء کی تاریخ کا سنہرا دور تصور کیا جاتا ہے کیونکہ ۱۹۸۱ء میں الحمراء ہال نمبر ا"۱۹۸۴ء میں آرٹ گیلری (مال روڈ)"۔"۱۹۸۵ء میں الحمراء ہال نمبر ۲"۱۹۸۹" میں ہال نمبر ۳ مکمل ہو گئے اور یوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تشنگان فن اینٹوں سے سجی ہوئی ان منفرد عمارتوں کی دل پذیر سرگرمیوں سے فیض یاب ہونے لگے اور گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ ہال نمبر ۴ اور ادبی بیٹھک بھی بن چکی ہے۔

مال روڈ پر الحمراء آرٹس کونسل کی کامیابی کے بعد فیروز پور روڈ (قذافی) پر بھی الحمرا کے قیام کے بارے میں سوچا گیا اگر ہم فیروز پور روڈ کی جانب سے قذافی سٹیڈیم کو دیکھیں تو دیکھتے ہی رہ جائیں اس کے صدر دروازے کے باہر آٹھ ستون بنائے گئے ہیں جس کے باعث کوئی اسے یونانی شاہکار کہتا ہے تو کوئی مصری لیکن یہ خالصتاً پاکستانی ماہر تعمیرات نیّر علی دادا کا کارنامہ ہے۔ الحمراء کلچرل کمپلیکس بنانے کا بنیادی مقصد آرٹ اور کلچر کو مزید پرموٹ کرنا تھا۔ کیونکہ گلبرگ، قذافی، چونگی، ماڈل ٹاون کے علاقے میں ایسی ثقافتی عمارت موجود نہ تھی جو آرٹ کو پروموٹ کرے اور آرٹ لورز کو زیادہ سفر نہ کرنا پڑے۔ لہذا قذافی سٹیڈیم اور نیشنل ہاکی سٹیڈیم کے سنگم میں پاکستان کے سب سے بڑے آرٹ سنٹر کا قیام لاہور کے روائتی حسن میں مزید چار چاند کا سبب بنا۔

الحمرا نیوز لیٹر کے مطابق:

"پاکستان کے سب سے بڑے آرٹ سنٹر کا قیام لاہور کے روائتی حسن میں مزید چار چاند کا سبب بناتا
ہم ضرورت محسوس ہونے پر فیروز پور روڈ پر الحمراء کلچرل کمپلیکس کا آغاز ہوا ۱۹۸۹ء میں وہاں ہال
نمبر ا اور ہال نمبر ۲ اور پاکستان کا سب سے بڑے اوپن ایئر تھیٹر کو مکمل کیا گیا"۔(۷)

الحمراء کلچرل کمپلیکس مین ہال نمبر ا"۳۴۸" نشستوں پر مشتمل ہے جبکہ ہال نمبر ۲"۱۵۰" نشستوں پر اور اگر اوپن ایئر تھیٹر کی بات کی جائے تو تقریباً ۶۰۰۰ لوگوں کے بیٹھنے کی صلاحیت موجود ہے اس کا افتتاح وزیر اعلی پنجاب میاں محمد نواز شریف نے کیا اس میں اوپن ایئر تھیٹر میں باکسنگ، ٹیبل ٹینس، ریسلنگ کے مقابلے اور بیرون ملک سے آنے والے طائفوں کے کلچرل شوز یہاں بڑی کامیابی سے

ہوتے ہیں۔ مختلف طرز تعمیر کا یہ شاہکار بھی نیئر علی دادا نے ہی ڈیزائن دیا ہے۔ اس کے علاوہ الحمراء کلچرل کمپلیکس میں ۱۹۹۶ء میں مستقل آرٹ گیلری قائم ہوئی جس میں ملک کے نامور آرٹسٹوں کی پینٹنگز اور مجسمے موجود ہیں جنہیں جدید تکنیک سے محفوظ کیا گیا ہے۔ ۲۰۱۷ء میں مرمت اور کچھ تبدیلی کے بعد اسے الحمراء آرٹ میوزیم کا نام دے دیا گیا۔ جس میں ۳۰۰ سے زائد پینٹنگز، مجسمے اور فوٹو گرافر موجود ہیں۔ اولڈ ماسٹرز، لیونگ لیجنڈ اور ماسٹرز کا کام موجود ہے۔ ان میں بڑے نام، اُستاد اللہ بخش، صادقین، شاکر علی، اینا مولکا احمد، عبد الرحمن چغتائی، سعید اختر، اے جے شمزا، ایس صفدر، ظہور الاخلاق اور کئی مشہور آرٹسٹوں کا کام موجود ہے، جو شائقین کے لیے آویزاں رہتا ہے۔

الحمراء آرٹس کونسل (مال روڈ) اور کلچرل کمپلیکس (قذافی) میں ۸ کلو میٹر کا فاصلہ ہے جس طرح پنجاب آرٹس کونسل ہر ڈویژن اور ضلع میں اپنی شاخیں پھیلائی ہیں اسی طرح مال روڈ، اور قذافی کے بعد الحمراء آرٹس کونسل نے ۱۰ ستمبر ۱۹۹۹ء میں ایک ذیلی شاخ اوکاڑہ میں قائم کی کیونکہ اُس وقت اوکاڑہ لاہور کی تحصیل تھی۔ اس میں ۴۵۲ سیٹوں پر مشتمل آڈیٹوریم موجود رہے۔ الحمراء آرٹس کونسل کے اہداف و مقاصد میں بڑا مقصد ملک کی ثقافت اور موسیقی کا تحفظ ہے۔

الحمراء ایک ایسا ادارہ ہے جس سے ہر آرٹسٹ کا کسی نہ کسی طرح تعلق ضرور ہے وہ آرٹسٹ خواہ مصور ہو یا اداکار، ہمارا ملک ماشااللہ ٹیلنٹ سے بھرا ہوا ہے اور اس بات سے انکار بھی ممکن نہیں کہ ہر انسان میں کچھ نہ کچھ کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ کیسی بھی ملک کی سماجی اور تہذیبی ترقی میں لائبریری کا کردار ایک مسلمہ حقیقت ہے جن قوموں کے کتب خانوں کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ہاں اس کلچر کو فروغ دیا ان کا نام ترقی یافتہ قوموں کی صف میں سنہری حروف سے لکھا جاتا ہے۔ اس کردار کے پیش نظر الحمراء آرٹس کونسل میں لائبریری کا قیام یقینی بنایا گیا کیونکہ کتاب سے بڑھ کر بہترین ساتھی کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ الحمراء آرٹس کونسل (مال روڈ) پر ایک آرکائیو سیکشن بھی قائم کیا گیا ہے جس میں ڈرامہ سکرپٹ، اخباری تراشے، کیسٹس، قدیم گراموفون، آڈیو سی ڈی اور وی سی آر کی شکل میں ماضی میں قابل ذکر شخصیات کی طرف سے کیا گیا کام موجود ہے۔ ڈرامہ سکرپٹ میں پاکستان کے ٹیلی ویژن کی تاریخ، میں سے کچھ مشہور ڈرامے شامل ہیں جبکہ اخباری تراشوں میں ماضی کے تمام تاریخی واقعات شامل ہیں۔

الحمراء آرکائیو کے مطابق:

> ” آڈیو کیسٹ میں حیرت انگیز اِضافہ ہے ان میں نصرت فتح علی خان، راحت فتح علی خان، عابدہ پروین، نور جہاں جیسی کئی مشہور شخصیات کی آڈیو ریکارڈنگ موجود ہے“۔(۸)

الحمراء آرٹس کونسل ایک ادبی ثقافتی ادارہ ہونے کے ناطے الحمراء اکیڈمی آف پرفارمنگ آرٹ بھی کامیابی سے چلا رہا ہے جس میں نوجوانوں کو ووکل، ڈرائنگ، مصوری، مجسمہ سازی، ستار، ہارمونیم، وائلن، طبلہ، فلیوٹ گٹار، بانسری اور اداکاری کے ماہر اساتذہ بہت کم معاوضے میں تربیت دیتے ہیں۔ اس میں کوئی بھی شخص جو فن اور فنی سرگرمیوں میں دلچسپی رکھتا ہو وہ درخواست دے کر داخلہ لے سکتا ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کہ یہ ادارہ شعبہ موسیقی، ڈرامہ، ہدایت کاری اور ادب و ثقافت کی دیگر صنفوں میں اعلیٰ مقام پیدا کرنے والوں کی تربیت میں کلیدی کردار ادا کر چکا ہے بلکہ آج بھی کر رہا ہے۔ کیونکہ ثقافتی روایات کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے اور محفوظ

کرنے میں الحمراء نے ہمیشہ سے اپنے کردار کو احسن طریقے نبھایا ہے۔ الحمراء آرٹس کونسل نے بہت سے فنکار پیدا ہوئے ہیں۔ کلاسز کے علاوہ ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے فنکاروں کو باقاعدہ بلایا جاتا ہے تاکہ آنے والی نسل سے وہ اپنے تجربات و مشاہدات شیئر کریں اور اپنی قیمتی آراء سے بھی مستفید کریں۔

الحمراء آرٹس کونسل نہ صرف آزاد کشمیر، گلگت بلتستان، سمیت ملک بھر میں ثقافت کو بے حد موثر انداز میں پاکستانیوں تک پہنچارہی۔ اس کے علاوہ الحمراء کا پلیٹ فارم دنیا بھر کی ثقافتوں کی میزبانی کا اعزاز بھی حاصل کر چکا ہے۔ سو اس طرح یہ دنیا میں پاکستان نمائندگی کا ادبی و ثقافتی ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ الحمراء آرٹس کونسل نے ادب و ثقافت کی ترویج و ترقی میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ بات محبتوں کے پرچار کی ہو، رتوں کی آمد کی ہو یا ملکی یک جہتی کی الحمراء ہر جگہ آپ کو اپنا کردار نبھاتا ہوا نظر آئے گا۔ ثقافت کی وسعتیں لامحدود ہیں۔ الحمرا اپنے عظیم کردار کی بدولت ہماری تہذیب و ثقافت کا گہوارہ بن چکا ہے۔ اس ادارے نے وجود پذیر ہونے کے بعد کئی ادوار دیکھے ادب و ثقافت کی فہم و فراست سے مالامال درجنوں شخصیات نے اس ادارے کی آبیاری میں اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے۔ پچھلے "۵۷" برسوں سے ملک گیر شہرت اور اہمیت کا کوئی ایسا فنکار، مصور، موسیقار، یا تخلیق کار ایسا نہیں جس سے براہ راست یا بالواسطہ الحمراء سے فیض حاصل نہ کیا ہو۔ یہ اایسا ادارہ ہے جہاں کوئی قومی تہوار ہو یا اسلامی ہمیشہ جوش و خروش سے منا کر اُس میں چار چاند نہ لگا دیئے جاتے ہیں۔

ٹیلنٹ ہنٹ شو اور الحمراء لائیو کے ذریعے پرفارمنگ آرٹ اکیڈمی کے طلباء کو مواقع فراہم کئے جاتے ہیں اور اُن کے اعتماد اور حوصلے کو بلند کیا جاتا ہے۔ موسیقی کے پروگرام ہوں یا تھیٹر ورکشاپ، بچوں کی پینٹنگ ورکشاپ ہو یا نمائش، مشاعرے ہوں یا ٹیلنٹ ہنٹ پروگرام، آرٹسٹ ٹاک شوز ہوں یا ادبی و ثقافتی کانفرنسز، مکالمے کی نشستیں ہوں یا گوشہ گیان یہ سب پروگرام فنون لطیفہ کے ہر شعبے کا احاطہ کیئے ہوئے ہیں۔

ہر پروگرام میں لوگ اتنی بڑی تعداد میں شرکت کرتے ہیں کہ تِل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی کیونکہ الحمرا آرٹس کونسل میں ہمیشہ سے معیاری تفریح مہیا کی گئی ہے اور معیاری تفریح مہیا کرنے کے لیے الحمراء فنون لطیفہ کے ذریعے زہنوں کو آسودگی کا سامان مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرہ کو متوازن رکھنے اور حبس سے بچانے کے لیے نہایت خلوص سے کوشش اور اقدامات کر رہا ہے۔ اس ادارہ کی عظمت اس کی سرگرمیوں سے عیاں ہے۔ یہاں ہونے والے پروگرامز کی بازگشت پوری دُنیا میں سنی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں دُنیا بھر سے آنے والے ثقافتی وفد الحمراء آرٹس کونسل کا دورہ ضرور کرتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان کی ثقافتی اقدار کا چہرہ الحمراء کے پروگرامز میں ضرور دیکھا جاتا ہے۔ الحمراء اپنے ملک کے سافٹ امیج کو بہتر بنانے میں پیش پیش ہے۔

الحمرا آرٹس کونسل نے ہمیشہ فنون لطیفہ کے فروغ کے لیے کام کیا ہے۔ الحمرا کو نہ صرف لاہور بلکہ پاکستان بھر میں فنون لطیفہ اور خاص طور پر سٹیج ڈرامے کے سلسلے میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ الحمرا ہال نمبر ا، الحمرا ہال نمبر ۲ اور الحمرا ہال نمبر ۳ ہر قسم کے ثقافتی پروگرام بین الاقوامی طائفے، سیمینار اور ڈرامے کی پیشکش کے لیے بہترین تکنیکی سہولتوں سے آراستہ اور مستند ماہر تکنیک کاروں کی

معاونت کے لیے بین الاقوامی معیار پر پورا اترتے ہیں۔ اس لیے بیرون ملک سے آنے والا ہر ثقافتی طائفہ اور ڈرامہ گروپ الحمرا میں ہی پرفارمنس کو ترجیح دیتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد تعلیمی اداروں سے وابستہ ڈرامہ نگار الحمرا آرٹس کونسل کے پلیٹ فارم پر جمع ہونے لگے۔ تھیٹر کا آغاز ابھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن بعض لوگ اس موقع کے انتظار میں تھے کہ الحمرا میں تھیٹر کو لے آئیں انہی میں کمال احمد رضوی بھی تھے۔

کمال رضوی لکھتے ہیں:

> ''کچھ یار لوگ اس تاک میں بیٹھے تھے کہ اُنہیں ذرا موقع مہیا ہو تو وہ آرٹس کونسل میں تھیٹر کو داخل کرلیں۔ آخر سیکرٹری صاحب کی بیٹی ماشاء اللہ سن بلوغ کو پہنچی اور بچی کے ''سوٹرز'' یا ''امیدوار'' ڈرامے کے ذریعے سماجی امتیاز حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگے تو انہوں نے ازراہ شفقت ایک دو تمثیلچوں کا اہتمام کیا تو نچلا ہال ایک منی تھیٹر میں تبدیل کر دیا گیا۔ کوئی ڈیڑھ پونے دو سو ریکسین منڈھی کرسیاں قطار و قطار لگا دی گئی۔ سٹیج اور پردوں کا اہتمام کیا گیا اور تمثیلچے دغنے شروع ہوگئے۔ اس کا کریڈٹ در پردہ صفدر میر کو جاتا ہے جو ایک واحد شخصیت تھے جن کو تھیٹر کے اسرار و رموز سے کماحقہ واقفیت تھی''۔(۹)

اس کے بعد بہت سے لوگوں نے الحمرا آرٹس کونسل کا رخ کیا لیکن مون سون کی طرح آئے اور چھینٹے اڑا کر چلے گئے۔ کچھ لوگ تھیٹر کا خواب لے کر آئے اور حوصلہ شکنی کا شکار ہوئے اور بیچ میں کام چھوڑ کر چلے گئے۔

کمال رضوی لکھتے ہیں:

> ''ہم جیسے شترے مہار آرٹس کونسل پر اپنے تھیٹر کے خواب لے کر آئے اور حوصلہ شکنی کا شکار ہوئے لیکن انہی دنوں ایک مرد مجاہد کا کہیں اس شہر سے گزر ہوا اور وہ دھونی مار کر آرٹس کونسل کی دہلیز پر بیٹھ گیا اس کا نام علی احمد تھا اور بمبئی سے انڈین پیپلز تھیٹر سے تھوڑا بہت علم حاصل کر کے پاکستان پہنچا تھا۔ اس شخص کے تیور سے مرعوب ہو کر اسے ایک کھیل پیش کرنے کی اجازت دی گئی اس نے ریلوے کے چند شوقین مزدوروں کو (جو کیرج ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتے تھے اور سیٹ وغیرہ بنانے کا عملی تجربہ رکھتے تھے) اپنے ساتھ ملا لیا اور ایک کھیل ''سحر ہونے تک'' جو Waiting for Godot سے مستعار تھا، اس چھوٹے سے ہال میں پیش کیا چونکہ یہ ایک علامتی کھیل تھا اس لیے زیادہ کامیاب نہیں ہوا مگر اس کے ذریعے ایک بالغ خیال تھیٹر نے ضرور جنم لے لیا''۔(۱۰)

ڈرامائی سرگرمیاں فیض احمد فیض کے آنے سے پہلے الحمرا آرٹس کونسل میں شروع ہو چکی تھیں لیکن اصل گہما گہمی فیض صاحب کے آنے کے بعد شروع ہوئی، مختلف لوگ ٹولیوں کی شکل میں الحمرا میں نظر آنے لگے جو پتہ نہیں کون سے کونے اور ریلوں سے نکل رہے

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

تھے۔ فیض نے آکر الحمرا کو ایک ثقافتی مرکز کی شکل دی۔ فیض صاحب نے الحمرا کے اندر کا کوڑا کرکٹ نکال کر باہر پھینک دیا اور اس طرح شائقین کا میلہ سا نظر آنے لگا۔ دوسرے فنون کی طرح ڈرامہ اور تھیٹر کو بھی فیض احمد فیض نے الحمرا کا امتیازی نشان بنا دیا۔ اس فیض احمد فیض نے منٹو کی برسی سے تھیٹر کا باقاعدہ افتتاح کیا اور ہر شام الحمرا آرٹس کونسل میں فن وادب کا ایک جہان آباد ہوتا اور فنکار ایک دوسرے سے مستفید ہوتے تھے۔

الحمرا آرٹس کونسل میں ڈرامہ جب شروع ہوتا تو اس کی باقاعدہ طور پر ریہرسل کی جاتی تاکہ کسی بھی قسم کی کمی کی گنجائش نہ رہ جائے۔ ڈرامہ کا پہلا شوڈریس ریہرسل کے نام پر ہوتا۔ کالم نگار اس کو دیکھتے اور کالم لکھتے اس طرح شو کے پہلے ہی کم از کم ایک کالم میں ڈرامے کا نام آچکا ہوتا اور اسی کالم پر کامیابی اور ناکامی کا انحصار ہوتا تھا۔

عمر تھانوی لکھتے ہیں:

> "پھر یہ ڈرامے جو الحمرا کی چھوٹی سی اسٹیج پر کھیلے جاتے تھے انہیں شہر سے باہر بھی مدعو کیا جاتا تھا۔ جشن مری، جشن سرگودھا، جشن سبی، جشنِ بہاول نگر کے علاوہ ملتان، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، سکھر وغیرہ جہاں بھی خصوصی تقریبات ہوتیں منتظمین بالخصوص ان ڈراموں کو مدعو کرتے جن کے بارے میں کالم نگاروں نے اخبارات میں اچھی رائے دی ہو"۔(۱۱)

الحمرا آرٹس کونسل لاہور نے مختلف شہروں اور کالجز میں بھی پرفارم کیا۔ الحمرا آرٹس کونسل کی روایات میں یہ بات شامل تھی اور ہے بھی کہ ڈرامہ اپنے وقت پر شروع ہوتا تھا۔ ۱۹۶۴ء اس لحاظ سے اہم سال ہے کہ اسی کے اواخر میں ٹیلی ویژن شروع ہوا اور ٹیلی ویژن شروع کرنے کے تمام کام اسی الحمرا میں ہوئے۔ پھر فروری مارچ تک اسلم اظہر، فضل کمال، ذکاء درانی اور نثار حسین پر مشتمل ٹیم نے الحمرا کینٹین کے ساتھ جھونپڑی(Hut) میں اپنا دفتر کھولا۔ غالباً اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ الحمرا ڈرامہ کا گڑھ تھا اور یہاں انہیں فنکاروں کو ملنے میں خاصی سہولت ہوئی۔ ۶۰ء کی دہائی کو الحمرا ڈرامے کا زریں دور کہا جا سکتا ہے کیوں کہ اس میں جو بھی ڈرامہ ہوا ایک سے بڑھ کر ایک تھا، جیسے بختیار احمد کا-"دعوت"، نذیر ضیغم کا"دکھ سکھ" انتظار حسین کا"خوابوں کے مسافر" بانو قدسیہ کا-" آدھی بات" "اک تیرے آنے سے" "ستمگر تیرے لیے" عتیق اللہ شاہ کا" قصہ ایک محبت" کا اور بھی بہت سے ڈرامے سب کچھ طے شدہ شیڈول کے مطابق ہوتا تھا رشید عمر تھانوی اس لحاظ سے کافی اصول پسند انسان تھے۔ مکالمے یاد کرنا، ہال میں ریہرسل کی جگہ غیر متعلقہ فرد کو بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ تھانوی کا اپنا کہنا ہے:

> "میرے ہی دوست—"عتیق اللہ شیخ اور قمر علی عباسی کہتے تھے کہ ""ریہرسل کے دوران مور کا بال رشید کی آنکھوں میں آجاتا ہے۔-"(۱۲)

الحمرا نے مستقبل کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹھوس اور ثمر آور منصوبہ بندی کی۔ اسوقت اوپن ایئر تھیٹر باغ جناح کے سوا لاہور میں جتنے بھی تھیٹر ہیں۔ جیسے تماثیل اور پھر محفل تھیٹر، لاہور تھیٹر اور کرائون تھیٹر ان سب کو سینما ہال سے ڈرامہ ہال میں تبدیل

کیا گیا ہے۔ الحمرا کلچرل کمپلیکس کا اوپن ائیر تھیٹر اور کلچرل کمپلیکس ہال نمبر ا، ہال نمبر ۲، اور باغ جناح میں ہی پنجاب ہال، ان سب نے بلاشک وشبہ الحمرا آرٹس کونسل کی کوکھ سے ہی جنم لیا ہے۔ ورنہ پہلے صورت حال کچھ ایسی ہوا کرتی تھی کہ اوپن ائیر تھیٹر میں ڈرامہ پیش کرنے کی اجازت محکمہ جنگلات سے لینا پڑتی تھی اور بجلی کے کنکشن کے لیے واپڈا کے محکمے کو درخواست دینا پڑتی تھی۔

ڈراما الحمرا آرٹس کونسل کی آغوش میں پروان چڑھ کر جس عروج تک پہنچا اس میں بہت سے لوگوں کی انتھک محنت شامل ہے۔ بہت بڑے بڑے نام ہیں۔ الحمرا کا اپنا ایک مزاج تھا، ماحول تھا۔ لوگوں میں وضع داری تھی، لحاظ اور مروت، بڑے چھوٹے کا خیال تھا۔ ان ڈراموں میں کوئی نہ کوئی سبق اور حیاداری کا خیال رکھا جاتا تھا، الحمرا آرٹس کونسل کی انتظامیہ کے بارے میں تھانوی لکھتے ہیں:

> "الحمرا کی انتظامیہ نے بھرپور کوشش کی کہ ڈرامے کے معیار کو برقرار رکھنے کے لیے صرف مستند ہدایت کار ہی ڈرامہ کی ہدایات دے اور کوئی فرد اگر ہدایت کار کی فہرست میں شامل ہونا چاہے تو تجربہ کار ہدایت کاروں کا ایک پینل بنایا گیا کہ پینل اس فرد کو پرکھے اور اگر اس قابل سمجھے تو اسے منظور شدہ ہدایت کاروں کی فہرست میں شامل کرلے۔ جب سے یہ قانون بنا میرا خیال ہے کہ ایک یا دو سے زیادہ افراد کو منظور شدہ ہدایت کاروں کی فہرست میں رکھا گیا اس سے زیادہ نہیں، لیکن سختی سے نمٹنے کے لیے کاروباری پیش کاروں نے کام یہ شروع کر دیا کہ چند ہزاروں کے عوض ڈرامے میں نام تو ہو گا منظور شدہ ہدایت کار کا لیکن وہ ہدایت کار خود ہدایات دینے نہیں آئے گا اور کاروباری پیش کار یہ کام خود ہی کر لے گا"۔ (۱۳)

ء کی دہائی میں الحمرا فن کا دارالحکومت تھا۔ ٹی وی کو اچھے فنکار الحمرا سے ہی ملتے تھے۔ ۱۹۶۵ء میں جب ٹی وی کا آغاز ہوا اگر کوئی فن کار دستیاب نہیں تو الحمرا میں ہر وقت فنکار موجود ہوتے تھے۔ الحمرا میں اُس وقت ایک بوسیدہ ہال بہت سے درختوں اور سبزہ زار میں گھرا ہوا تھا۔ الحمرا کی گھاس کرسیوں پر ہر وقت فنکار اور ادیب بیٹھے نظر آتے تھے۔ ان میں وہ آرٹسٹ بھی تھے جو اپنی محنتوں کا ثمر حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔ اس وقت بھی اگر بات کی جائے تو پاکستان میں اسٹیج ڈرامہ جیسا تیسا زندہ ہے تو وہ صرف الحمرا کی وجہ سے اُن روایتوں کی وجہ سے جن کی بنیاد ۱۹۴۹ء میں رکھی گئی اور یہ سب کچھ سید امتیاز علی تاج کی ان کاوشوں کا نتیجہ ہے جس میں جسٹس ایس۔ اے۔ رحمان کی سرپرستی بھی شامل ہے، نعیم طاہر، کمال احمد رضوی، شعیب ہاشمی، ڈاکٹر انور سجاد، سکندر شاہین، نذیر ضیغم کی محنتیں شامل ہیں۔ پورے پاکستان میں اگر اسٹیج ڈرامہ مقبول ہے تو سب سے زیادہ لاہور میں۔

تھانوی لکھتے ہیں:

> "الحمرا کے دو ہال، باغ جناح کا اوپن ائیر تھیٹر، تماثیل، لاہور تھیٹر، محفل، کلچرل کمپلیکس کے ہال، کرائون سینما کا ہال ان تمام جگہوں پر جو ڈرامے ہو رہے ہیں وہ لاہور میں تھیٹر کی مقبولیت کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں اور اس کا منبع الحمرا ہے"۔ (۱۴)

اس زمانے کے اسٹیج کے ڈراما نگاروں میں بانو قدسیہ صاحبہ بھی تھیں، کمال احمد رضوی بھی سینئر رائٹر تھے۔ انہوں نے کئی انگریزی ڈراموں کو بڑی خوبصورتی سے اُردو کے قالب میں ڈھالا تھا، اس کے علاوہ نعیم طاہر بھی اپنی دھاک بٹھا چکے تھے لیکن جہاں تک بات مزاح کی تھی اُس میں رائیٹرز کم تھے، مزاح نگاروں میں رشید عمر تھانوی، عتیق اللہ شیخ، سلیم چشتی اوراطہر شاہ خاں تھے۔ نئے لکھنے والوں میں اس وقت آصف الرحمن، منیر راج، افتخار حیدر، ایم شریف اور سجاد حیدر شہرت کے دروازے پر دستک دے رہے تھے جنہوں نے جلد ہی اپنی محنت سے کامیابیاں حاصل کر لیں۔ اس کے علاوہ امجد اسلام امجد بھی تھے جیسی اچھی وہ شاعری کرتے تھے ویسے ہی خوبصورت ڈرامے بھی لکھے۔

ہدایت کاروں میں نعیم طاہر، کمال احمد رضوی اور بختیار احمد نہایت کلاسیکل اور سخت ہدایت کار تصور کیے جاتے تھے، کسی فنکار کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ اصل مکالمہ سے ہٹ جائے یاMovesمیں ذرا کمی بیشی کر سکے، ویسے بھی ان دنوں رائیٹر اور ڈائریکٹر کے احترام کا رواج تھا لہٰذا اسی طرح الحمرا کے چھوٹے سے ہال میں ڈراموں کا سلسلہ نہیں ٹوٹا لیکن اب ۱۹۷۳ء۱۹۷۵ء کے درمیان طبعزاد کھیلوں کو ترجیح دی جارہی تھی۔ الحمرا آرٹس کونسل کی اپنی پروڈکشنز کے علاوہ تھیٹر کو کمرشل بنیادوں پر چلانے کے لیے صرف ڈرامے کے ساتھ وابستہ فن کاروں کو کھیل پروڈیوس کرنے کی اجازت دی گئی کہ وہ ڈرامے کی تصنیف اور پروڈکشن کے معیار کو زیادہ ذمہ داری کے ساتھ نبھا سکتے تھے چوں کہ غیر فنکار بیرونی پروڈیوسر صرف مالی منفعت کی خاطر سرمایہ کاری کرتا ہے۔ جس کے لیے خاص معیاری ڈرامائی اور سماجی اخلاقیات کی کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اس لیے نام نہاد کمرشل پروڈیوسروں پر مکمل پابندی لگادی گئی۔ جنہوں نے بعد میں مکمل طور پر تھیٹر پر قبضہ کر لیا اور اب کمرشل تھیٹر، ڈرامہ نہیں رہا اگرچہ "کمرشل" بھی ہے اور تھیٹر" بھی۔ پاکستان میں پہلی تھیٹر ورکشاپ کا آغاز بھی اسی دورانیے میں کیا گیا۔

پہلے پہل الحمرا میں انگریزی ڈرامے ترجمے ہو کر کروائے جاتے تھے اس کے بعد دیسی ڈراموں کی بہار آگئی۔ الحمرا آرٹس کونسل میں سنجیدہ ڈراموں کی روایت زیادہ تھی لیکن سنجیدہ کھیل پیش کرنا" باکس آفس" کو چیلنج دینے کے مترادف ہوتا تھا لیکن رفتہ رفتہ مزاحیہ ڈراموں کی طرف رغبت بڑھتی جارہی تھی یعنی پاپولر سٹیج وجود میں آرہا تھا۔

شائقین کی بڑھتی ہوئی تعداد سے الحمرا ہال ناکافی ثابت ہونے لگا۔ یہ لاہور میں ڈرامے کے پھیلائو کی طرف پہلا اشارہ تھا۔ اس کے بعد فلیٹیز، سلاطین، ۸۶۷ اور شیراز ریسٹورنٹ میں بھی ڈرامے ہونے لگے لیکن اس سب کے باوجود ڈرامے اور فنکاروں کی مرکزی حیثیت اور جگہ کا اعزاز الحمرا کے حصے میں ہی رہا۔ کیوں کہ ڈرامہ پیش کرنے کے لیے بہترین ڈسپلن اور سہولتیں صرف الحمرا میں ہی میسر تھیں۔

اسی دوران اقبال آفندی کا ڈرامہ "Sixer" پیش کیا گیا جس نے کامیابی کے سبھی ریکارڈ توڑ دیئے۔ اس میں ایک مزاحیہ فنکار کو پیش کیا گیا جس نے نہایت ادب اور عاجزی سے سکرپٹ سے انحراف شروع کیا ڈائیلاگ،،Movesایکشن، ری ایکشن اور فٹ ورک کی

زنجیروں میں بندھے ساتھی فنکاروں کو یہ کھلا شیر آناً فاناً کھا گیا۔ لاہوریوں کے مزاج کو پہچان کر بات کرنے والا یہ شخص اور کوئی نہیں " امان اللہ " تھا۔

الحمرا آرٹس کونسل بھی اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کر رہا ہے۔ جہاں بچوں کی مصوری کی کلاسوں پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ الحمرا (مال روڈ) اور کلچرل کمپلیکس (قذافی سٹیڈیم) میں بچوں کی مصوری کی کلاسز کا انعقاد کیا گیا ہے جہاں بچے اور نوجوان اپنی تعلیمی مصروفیات کے بعد الحمرا آرٹس کونسل میں مصوری کی کلاسز بھی لے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ خطاطی کی ورکشاپ وغیرہ کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ خطاطی بھی ایک لازوال فن ہے، اس کی اپنی پوری تاریخ ہے۔ دنیا بھر میں اس کے پھیلے ہوئے نمونے اس کے عالمگیر ہونے کا احساس دلاتے ہیں۔ اس فن کی اہمیت کے پیش نظر لاہور آرٹس کونسل نے پہلی مرتبہ اس کا آغاز کیا۔

روزنامہ نوائے وقت کے مطابق:

> "الحمرا آرٹس کونسل میں پہلی بار اس فن کو فروغ دینے کے لیے " خطاطی ورکشاپ "کا تین روزہ اہتمام کیا گیا۔
> اس ورکشاپ میں خطاطی سیکھنے میں دلچسپی رکھنے والوں کو نہ صرف خطاطی کے فن سے روشناس کرایا گیا بلکہ ان کو عملی
> تربیت بھی دی گئی تاکہ یہ فن زیادہ سے زیادہ ترقی پائے۔۔۔ایگزیکٹو ڈائریکٹر لاہور آرٹس کونسل نے اس ورکشاپ کو ہر سال کروانے کا بھی اعلان کیا۔ اس موقع پر سید صمصام علی بخاری نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ الحمرا آرٹس کونسل جیسے ادارے کی کاوشوں کی بدولت اسلامی خطاطی کے فن میں پاکستان اپنی ایک منفرد شناخت اور پہچان رکھتا ہے۔ا
> انہوں نے خطاطی کے فن کو نئی نسل تک منتقل کروانے کے لیے ورکشاپ کے انعقاد پر الحمرا انتظامیہ کو مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ خطاطی اسلامی فن ہے جس کے تحفظ کے لیے اس پلیٹ فارم پر ٹھوس اقدامات کیے جارہے ہیں۔"(۱۵)

الحمرا آرٹس کونسل میں اسلامی مہینے رمضان المبارک کی نسبت سے خطاطی کی نمائش بھی لگائی جاتی ہے۔ ربیع الاول کا بابرکت مہینہ شروع ہوتے ہی الحمرا آرٹ گیلری۔"اسم محمدؐ" کی کیلی گرافی ہر طرف آویزاں نظر آتی ہے اسلامی روایات کو ساتھ لے کر چلنا الحمرا آرٹس کونسل کا شیوہ ہے۔

الحمرا آرٹس کونسل نے مصوری کے حوالے سے ہمیشہ اپنی خدمات پیش کی ہیں کوئی اسلامی مہینہ ہو یا قومی تہوار الحمرا آرٹس کونسل نے مصوری کے حوالے سے بھی ہر تہوار کو بخوبی منایا جاتا ہے۔

الحمرا میں پینٹنگز کا آغاز ایک "جھونپڑی-" سے ہوا۔ جھونپڑی (الحمرا) مصوروں کے جمع ہونے، رنگ بھرنے کے اسباق کا مقام تھا جس کی ابتداء مسز اینا مولکا احمد اور خالد اقبال نے کی تھی یہ دونوں ہی پنجاب یونیورسٹی کے فائن آرٹس ڈیپارٹمنٹ میں اساتذہ تھے۔

ایم منیر کے مطابق:

"لاہور میں نیشنل کالج آف آرٹ اور پنجاب یونیورسٹی میں ڈرائنگ، سٹل لائف ماڈلنگ، پورٹریٹ، لینڈ سکیپ، ڈیزائن اور مجسمہ سازی وغیرہ سکھانے کے لیے ایسے لوگوں کا انتظام تھا جو ان فنون کو بطور پیشہ اپنانا چاہتے تھے لیکن ان لوگوں کے لیے جو ان فنون کو شوقیہ یا مشغلے کے طور پر اپنانا چاہتے تھے ان کے لیے پورے شہر میں کوئی بندوبست نہ تھا ماسوائے الحمرا کے۔ یہاں محترمہ اینا مولکا احمد کی سربراہی میں آرٹ کونسل کی ٹین کی چھت والی ایک بڑی سی بیٹھک میں فائن آرٹس اکیڈمی قائم کر رکھی تھی جہاں مجسمہ سازی اور مصوری کے متذکرہ فنون کی تربیت دی جاتی تھی۔ کولن ڈیوڈ، معین نجمی، خالد اقبال، مس نسیم حفیظ قاضی جیسے ماہرین فن، مصوری اور مجسمہ سازی کے اسرار و رموز سکھاتے تھے۔

اکیڈمی کے تربیت یافتہ طالب علموں کے بنائے ہوئے مجسمے اور آرٹ کے دیگر نمونے اکیڈمی کے اندر بھی زیر نمائش رہتے اور الحمرا کے مختلف لانوں میں دیکھنے کو ملتے تھے۔ نمائش منعقد کروانا بھی فائن آرٹس اکیڈمی ہی کی ذمہ داری ہوا کرتی تھی۔ یہ نمائشیں عموماً تھیٹر ہال کے اوپر والے ہال میں منعقد کی جاتی تھیں الحمرا کی پرانی بلڈنگ کی جگہ جب نئی بلڈنگ نے لے لی تو فائن آرٹ کی کلاسیں الحمرا ہال نمبر ۲ کے پچھواڑے اوپر کے پورشن میں شفٹ ہو گئیں۔ معین نجمی کو بعد ازاں الحمر میں بطور نمائش افسر ملازم رکھا گیا اور نسیم حفیظ قاضی کو بعد میں اساتذہ کی ٹیم میں شامل کیا گیا۔" (۱۶)

آرٹ سے متعلق لیکچرز کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے، مختلف ورکشاپس کروائی جاتی ہیں تاکہ الحمرا کے پلیٹ فارم سے زیادہ سے زیادہ لوگ سیکھیں کہ پینٹنگز کی دیکھ بھال، ان کی ڈسٹنگ، ان کو محفوظ کرنے کا طریقہ، فرسٹ ایڈ، کسی قسم کی ناگہانی صورت میں پینٹنگز کو محفوظ کیسے کیا جانا چاہیے۔ کیوں کہ یہ پینٹنگز ہمارا قومی اثاثہ ہے اور اس کی حفاظت ہمارا فرض اولین ہے۔

الحمرا آرٹس کونسل میں جب بھی ایسی ورکشاپس یا کانفرنس ہوتی ہے، اس میں باقاعدہ مصوروں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے۔

الحمرا آرٹس کونسل رقص کی تعلیم میں بھی اپنی خدمات پیش کر رہی ہے اور دن رات اس کوشش میں ہے کہ یہاں سے بہتر ہنر نکل سکے۔ اس کے لیے پاکستان کے بہترین اور نامور اساتذہ اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ پاکستان کے پاس لوک رقص کی صورت میں عظیم ثقافتی ورثہ موجود ہے۔ سرحد کا خٹک، پنجاب کا لڈی بھنگڑا، سندھ کا جمالو اور بلوچستان کا لیوا وغیرہ ہماری عوام کا ثقافتی ورثہ ہیں۔ الحمرا آرٹس کونسل میں رقص کو زندہ رکھنے کے لیے اس طرح کے پروگرام منعقد کروائے جاتے ہیں۔

"یوم پاکستان کی مناسبت سے الحمرا نے خصوصی تقریب کا اہتمام کیا۔ تقریب میں صوفیانہ، کتھک اور فوک رقص پیش کیے گئے۔
یہ رقص معروف فنکارہ زریں سلیمان پنا نے ترتیب دیئے تھے اور ان میں بابرہ نور، نایاب، ولید، عمران، مکھناں، سعد احسن، حسن علی اور دیگر فنکاروں نے پرفارم کیا جب کہ موسیقی کے شعبہ میں صائمہ اختر اور انور رفیع نے قومی نغمے اور مقبول گیت پیش کیے۔ محفل کے آغاز میں ایگزیکٹو ڈائریکٹر کیپٹن (ر) عطاء محمد خان نے حاضرین کا خیر مقدم کیا۔ انہوں نے رقص کی تاریخ اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ اس محفل میں اہل لاہور کی بہت بڑی تعداد نے شریک ہو کر فنکاروں کو داد دی۔"(۱۷)

الحمرا آرٹس کونسل موسیقی کے فن کی ترویج و ترقی میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ الحمرا آرٹس کونسل نے اپنی کوکھ سے باقی فنون کی طرح موسیقی کے فن کو بھی بڑھایا ہے۔ الحمرا آرٹس کونسل (مال روڈ) اور الحمرا آرٹس کونسل (کلچرل کمپلیکس قذافی سٹیڈیم) میں باقاعدہ موسیقی کی کلاسز ہوتی ہیں اور اس طرح ٹیلنٹ کو پہچان کر لوگوں کے سامنے لایا جاتا ہے کیوں کہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں ٹیلنٹ کی کمی بالکل نہیں ہاں کمی ہے تو صرف وسائل کی یا آگاہی کی۔ ہمیں اس چیز کا پتہ ہی نہیں کہ اپنے ٹیلنٹ کو استعمال کیسے کرنا ہے۔ کلاسز کے اوقات کار بھی کچھ اس طرح رکھے گئے ہیں کہ اس فن سے لگاؤ رکھنے والے لوگ اپنی ذمہ داریاں ادا کر کے اپنی کلاسز لے سکتے ہیں اس کے علاوہ اس فن کے ستاروں کو باقاعدہ خراج تحسین بھی پیش کیا جاتا ہے۔

الحمرا نیوز لیٹر کے مطابق:

"Lahore Arts Council paid a huge tribute to the "Queen of melody" Madam Noor Jahan in a musical night featured singers like Taranum Naz,Sehar Minhas,Zoha waseem ,Aman ali ,Nirsha and samia meraj sung super hit songs of Madam Noor Jahan".(۱۸)

الحمرا میں نئے ٹیلنٹ کو پروموٹ کرنے کے لیے ٹیلنٹ ہنٹ شو کروایا جاتا ہے جس میں باقاعدہ سٹوڈنٹس اپنے گانے پیش کرتے ہیں اس سے طلباء میں اعتماد پیدا ہوتا ہے شوق پیدا ہوتا ہے طلباء کو باقاعدہ انسٹرومنٹس دیئے جاتے ہیں اور وہ اپنے اساتذہ کے زیر سایہ پرفارم کرتے ہیں۔

کلاسیکی موسیقی ایک عظیم فن ہے اور اس صنفِ موسیقی کے متعین کردہ قوائد وضوابط ہیں۔ یہ ایک اعلیٰ، ارفع اور برتر مضمون ہے۔ قیام پاکستان کے بعد یہ فن عوامی سطح پر آیا اور اسے بے حد پسند کیا جانے لگا۔ پاکستان میں کلاسیکی موسیقی کو اپنانے والوں کی کمی نہیں

ہے اس کو پسند کرنے والے اور اپنانے والے موجود ہیں۔ آرٹس کونسلوں میں اس فن کی ترویج کے لیے باقاعدہ کلاسز کرائی جاتیں ہیں۔ پرائیویٹ اداروں میں آل پاکستان میوزک کانفرنس کی محفلیں، کلاسیکل میوزک گلڈ، کی محفلیں جاری وساری ہیں۔

الحمرا آرکائیو کے مطابق:

"این میری شمل جرمن کلچرل سنٹر اور لاہور آرٹس کونسل کے زیر اہتمام الحمرا ہال نمبر ا میں مغربی انداز کی کلاسیکی، میوزیکل نائٹ کا انعقاد کیا گیا جس میں جرمنی سے آئے ہوئے سازندوں نے اپنے سازوں کے ساتھ کلاسیکی سروں کا سماں باندھا۔ مغربی کلاسیکی موسیقی کی اس شام میں جہاں اہل لاہور بہت بڑی تعداد میں شریک ہوئے وہاں جرمن کلچرل سنٹرل کی ڈائریکٹر نوین ذکی اور ایگزیکٹو ڈائریکٹر الحمرا کیپٹن (ر) عطاء محمد خان نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ جرمن فنکاروں نے جرمنی کے ساتھ یورپ کی کلاسیکی موسیقی بھی پیش کی۔"(۱۹)

الحمرا آرٹس کونسل نے ۲۰۱۹ء میں " وائس آف پنجاب "کے نام سے بھی آڈیشن لیے۔ "وائس آف پنجاب "کا مقصد نئے گلوکاروں کو اپنی صلاحتیں نکھارنے کا موقع دینا تھا اس کے لیے اخبارات اور ٹی وی چینلز پر بھی مہم چلائی گئی تاکہ تمام لوگوں تک اس بارے میں معلومات پہنچائی جاسکیں۔ اس پروگرام کا مقصد نوجوانوں کو اظہار کا موقع فراہم کرنا تھا۔

الحمرا آرٹس کونسل میں عالمی ادبی و ثقافتی کانفرنس ۲۰۰۹ء سے ہو رہی ہے جس میں اہل علم کو نہ صرف ادب وثقافت کے موضوعات پر غور و فکر کا موقع ملتا ہے بلکہ انہیں الجھی ہوئی قومی صورت حال پر بھی غور و فکر، اظہار خیال اور تبادلہ خیال کا موقع میسر آتا ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اس ملک کے ادیب اور دانشور قوم درپیش مسائل اور چیلنجوں سے بیگانہ رہتے ہیں، لیکن اس کانفرنس نے ثابت کیا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس کانفرنس کی کوئی ایسی نشست نہیں جس میں ملک کے مسائل پر اظہار خیال نہ کیا گیا ہو۔ بات افسانے کی ہو یا ناول کی، موسیقی کی ہو یا عصر حاضر میں اُردو زبان وادب کے فروغ کی، یہاں تک کہ مصوری، بچوں کے ادب اور تھیٹر کے بارے میں ہونے والی نشستوں میں بھی قومی مسائل کی بازگشت سنائی دی۔ ہر کام کو شروع کرنے میں کسی ایک شخص کا زیادہ ہاتھ ہوتا ہے یا اُس کے پیچھے سوچ ہوتی ہے "عالمی ادبی وثقافتی کانفرنس "کو شروع کروانے کا سہرا بھی اسی طرح "عطاء الحق قاسمی "کو جاتا ہے۔

ادبی میلے یا کانفرنسیں ادبی زندگی میں وہی کردار ادا کرتی ہیں جو معاشرتی زندگی میں اہم خاندانی تقریبات ادا کرتی ہیں۔ یعنی مدتوں سے ایک دوسرے سے دور لوگ پھر یکجا ہو جاتے ہیں اور ایک دفعہ پھر آپس کی محبتیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ادبی کانفرنسوں کے ذریعے ادبی خاندان کے افراد ایک دوسرے سے ملاقات کر لیتے ہیں اور ان کے درمیان مل بیٹھنے سے وہ ذہنی فاصلے کم ہو جاتے ہیں جو زمانی دوریاں اور دیگر عوامل مل کر پیدا کرتے ہیں۔ الحمرا عالمی وادبی کانفرنس اس لحاظ سے بھی اہم سمجھی جاتی ہے کہ اس میں مقامی اور غیر مقامی ادیبوں، شاعروں، دانشوروں اور حاضرین کی بھرپور موجودگی ادب وثقافت پر چھائے جمود کو توڑ کر ایک صحت مند سرگرمی مہیا کرتی ہے، جس سے ہم محروم ہوتے جارہے ہیں۔ موضوعات اور پروگرامز کے لحاظ سے یہ کانفرنس ہمیشہ اپنی مثال اپنی مثال آپ ہوتی ہے۔

پاکستان، ترکی، بھارت کے ادیبوں، شاعروں، فن کاروں اور دانش وروں کا یہ اجتماع الحمرا میں رنگ برنگے میلے کی طرح ہوتا ہے۔ ہر طرف گہما گہمی مصروفیت اور رنگوں کی اک ایسی فضاء بن جاتی ہے جس سے ارد گرد کے مسائل اور ذہنی تھکاوٹ کچھ دن کے لیے بھول جاتی ہے۔

ان کانفرنسز میں ترکی، ایران اور انڈیا کے علاوہ پاکستان کے گوشے گوشے سے دانشوروں کو مدعو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صبح دوپہر، شام اور رات تک متواتر اوقات میں مسلسل اجلاسوں کے تین بھرپور اور نتیجہ خیز دن گزرتے ہیں۔

ان ادبی کانفرنسوں میں برصغیر کی سیاسی و سماجی تحریکوں کے موضوع پر فکر انگیز، خیال افروز مقالات پڑھے جاتے ہیں۔ پاکستانی زبانوں، ہم عصر صورت حال اور اُردو ادب کے مستقبل کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ادب، موسیقی، مصوری اور ڈرامہ کے شعبوں میں الحمرا لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ بھی دیا جاتا ہے وہ فنکار جنہوں نے آرٹ کے لیے اپنی خدمات پیش کی ہیں انہیں الحمرا ایوارڈ سے نوازا جاتا ہے۔

ادب کے ساتھ ساتھ الحمرا نے پاکستان کی ثقافت کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اُس نے ہمیشہ ادب و ثقافت کی ترویج و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ لاہور آرٹس کونسل کوئی بھی قومی دن ہو یا مذہبی تہوار، ہمیشہ جوش و خروش اور ولولے سے مناتی ہے کیونکہ یہ بھی ہماری ثقافتی زندگی کا اہم حصہ ہوتے ہیں۔ اس طرح کی تقریبات الحمرا آرٹس کونسل (مال روڈ) کے ساتھ الحمرا کلچرل کمپلیکس (قذافی سٹیڈیم) میں بھی منعقد کروائی جاتی ہیں۔ ان میں یوتھ کنونشن اور اظہار یکجہتی کشمیر پریڈ بھی شامل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یومِ دفاعِ پاکستان، مسٹک صوفی میوزک فیسٹیول، کلچرل میلہ، چولستان فیسٹول، پنجاب گلگت بلتستان فیوژن فیسٹول، بابا گرو نانک ویک، کیلاشہ ٹریولنگ ایگزیبیٹ، لاہور لٹریری فیسٹیول، تھنک فیسٹیول، منٹو فیسٹول، نیشنل ڈراما فیسٹیول، یوتھ پرفارمنگ آرٹس فیسٹیول، حبیب جالب عوامی میلہ، نئے چینی سال کے آغاز پر فیسٹیول، لاہور صوفی فیسٹیول، جھوک سرائیکی میلہ، فیض فیسٹیول، ڈی جی خان کلچرل شو، تھیٹر فیسٹیول، بلوچ کلچرل ڈے، لوک ورثہ وغیرہ کے عنوانات سے بھی میلے منائے جاتے رہے ہیں۔ عشرہ رحمتہ اللعالمین بھی الحمرا کا ایک خاص پروگرام ہوتا ہے۔ ربیع الاول کے بابرکت مہینے کے شروع ہوتے ہی عشرہ رحمتہ اللعالمین منانے کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں اس عشرہ میں اسم۔" محمدؐ" پر خطاطی کا مقابلہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں سینکڑوں کی تعداد میں آرٹسٹوں کے فن پارے الحمرا آرٹس کونسل کو موصول ہوتے ہیں۔ الحمرا آرٹ گیلری (مال روڈ) پر شانِ رحمتہ اللعالمین کی مناسبت سے اسم۔" محمدؐ" پر خطاطی کی پرُوقار نمائش منعقد ہوتی ہے۔

الحمرا آرٹس کونسل میں موسیقی کا نیا سلسلہ " فنکار ہمارے "کا آئن لائن آغاز ۲۰۲۱ء میں کیا گیا جو باقی پروگرامز کی طرح کامیابی سے چل رہا ہے۔ معروف گلوکار حامد علی خان، ترنم ناز، انور رفیع، ثمن شیخ، اب تک اس پلیٹ فارم پر پرفارم کر چکے ہیں۔

اس طرح کے اور بہت سے پروگرام الحمرا آرٹس کونسل (مال روڈ) اور الحمرا کلچرل کمپلیکس (قذافی سٹیڈیم میں کروائے جاتے ہیں۔

ادب اور ثقافت کے دھنک رنگوں سے سجا الحمرا گزشتہ پون صدی سے پاکستانیت کی شناخت قائم رکھنے میں اپنا کردار بخوبی ادا کیے جارہا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ بھٹی، محمد سلمان (۲۰۱۶ء)، لاہور میں اُردو تھیٹر کی روایت اور ارتقاء، مقالہ برائے پی ایچ ڈی(اُردو)، جی سی یونیورسٹی،لاہور، ص۱۶

۲۔ مالک، سعید (۲۰۰۰ء) ،ہماری ثقافت،مشمولہ ،الحمراء،(لاہور آرٹس کونسل کے پچاس سال ایک طائرانہ نظر،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز، ص۹۲

۳۔ بھٹی، محمد سلمان(۲۰۱۶ء)،لاہور میں اُردو تھیٹر کی روایت اور ارتقاء، تقسیم سے ۲۰۱۳ءتک، کراچی، بک ٹائم، ص۶۳

۴۔ بھٹی، محمد سلمان(۲۰۱۶ء)،لاہور میں اُردو تھیٹر کی روایت اور ارتقاء، مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اُردو)،لاہور، جی سی یونیورسٹی، ص۲۵

۵۔ سجاد،انور(۲۰۰۰ء)،میر اعہد، مشمولہ،(لاہور آرٹس کونسل کے پچاس سال ایک طائرانہ نظر،لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص۴۵،۴۶

۶۔ حسین لکھویرا، نیاز(مارچ۲۰۱۹ء)، مصاحبہ، سوالات راقمہ،لاہور، الحمرا آرٹ کونسل

۷۔ الحمراءنیوز لیٹر، تاریخ کے آئینے میں، مشمولہ ۱۲، ص۳۸

۸۔ الحمرا آرکائیوز

۹۔ رضوی، کمال احمد(۲۰۰۰ء)، الحمرا۔۔۔چند یادیں، مشمولہ، الحمرا(لاہور آرٹس کونسل) کے پچاس سال ایک طائرانہ نظر،لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص۵

۱۰۔ ایضاً، ص۵

۱۱۔ تھانوی، رشید عمر(۲۰۰۰ء)، الحمرا میرا شریک حیات، مشمولہ الحمرا(لاہور آرٹس کونسل) کے پچاس سال ایک طائرانہ نظر،لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص۱۶

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

۱۲۔ ایضاً، ص۲۰

۱۳۔ ایضاً، ص۳۰

۱۴۔ ایضاً، ص۳۱

۱۵۔ منیر، سی ایم(۲۰۰۰ء)، الحمرا۔۔ بھولی بسری یادیں، مشمولہ، الحمرا(لاہور آرٹس کونسل) کے پچاس سال ایک طائرانہ نظر، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص۸۸۔۸۹

۱۶۔ روزنامہ، نوائے وقت، (۲۵مئی۲۰۱۹ء)

۱۷۔ الحمرا نیوز لیٹر، (۲۰۱۷ء)، شمارہ۱۱

۱۸۔ الحمرا نیوز لیٹر (۲۰۱۵ء)، شمارہ۱۲

۱۹۔ الحمرا نیوز لیٹر (۲۰۱۵ء)، شمارہ۷